درس قرآن کریم

جناب پروفیسر مقبول احمد قاسمی

وقال الذین کفروا للذین امنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطیٰکم وما ھم بحاملین من خطیٰھم من شیٔ انھم لکذبون۔

ترجمہ :- اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو تم چلو ہماری راہ اور اُٹھالیں گے تمہارے گناہ اور وہ کچھ نہ اٹھادیں گے ان کے گناہ بے شک وہ جھوٹے ہیں ۔

سابقہ آیات میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا ۔ مومن ، کافر اور ان دونوں کے درمیان مذبذب لوگ اب اس آیت میں کفر و اسلام کی کشمکش میں ان ہتھکنڈوں کا ذکر فرمایا جو کفار مومنوں کو اسلام سے ورغلانے کے لیے استعمال کرتے ہیں ۔ کفار قریش نے جب دیکھا کہ لوگوں میں اسلام پھیل رہا ہے تو انہوں نے مسلمانوں کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ تم لوگ خواہ مخواہ ڈر گئے ہو ۔ قیامت نام کی کوئی چیز نہیں اور یہ حشر کا دن کبھی نہیں آئے گا ۔ اور دیکھو اگر بفرض محال آ بھی گیا تو آؤ ہم تم سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اس دن بوجہ کفر تمہیں پکڑ ہوئی تو ہم تمہارے گناہ اُٹھالیں گے ۔ اور تمہیں کوئی گزند نہ پہنچنے دیں گے ۔ اگرچہ قرآن حکیم نے یہ بات کفار قریش کے متعلق بیان فرمائی ہے لیکن آج بھی اس پر بعض کوتاہ اندیش عمل کر رہے ہیں بعض نام نہاد مسلمان دوسروں کو آج بھی گناہ کی ترغیب دینے کے لیے یہ کہتے ہیں کہ تم ایسا کر گزرو اور ہم اس کا گناہ قیامت کو اُٹھالیں گے ۔ یا بعض نام نہاد پیر اور گدی نشین اپنے عقیدت مندوں سے کہتے ہیں کہ فلاں کام کرو تو ہم تمہیں قیامت کے روز بچالیں گے ۔ یہ سب لوگ جھوٹ بولتے ہیں ۔ کذب بیانی سے کام لیتے ہیں قیامت کو کوئی دوسرے کا گناہ نہ اُٹھائے گا اور نہ کسی کو حسب وعدہ اللہ کی گرفت سے بچا سکے گا ۔

باقی رہا اصل شفاعت کا مسئلہ تو وہ اس ضمن میں نہیں آتا ۔ کیونکہ اس میں شافع جو کہ اذن باری تعالےٰ سے شفاعت کریں گے ۔ کسی کے گناہ اپنے ذمہ نہ لیں گے ۔ بلکہ بذریعہ دُعا ان کو معاف کرائیں گے جیسا احادیث شفاعت میں اس کی صراحت موجود ہے ۔ چونکہ معتزلہ شفاعت کے منکر ہیں لہٰذا زمخشری نے جو کہ بہت بڑا معتزلی ہے اس آیت کے تحت مسئلہ شفاعت کا مذاق اُڑانے کی کوشش کی ہے

اور دوسروں کے گناہ اٹھانے اور شفاعت کرنے کو ایک جیسا فعل قرار دیا ہے۔ جو کہ سراسر تحکم اور ہٹ دھرمی ہے۔ شفاعت اور چیز ہے اور دوسرے کے گناہ اپنے ذمہ لینے کا وعدہ کر کے اسے گناہ کی ترغیب دینا دوسری بات ہے۔ ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

اس آیت سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ امر کا صیغہ خبر کے معنی میں آتا ہے۔ ولنحمل کا صیغہ اگرچہ امر کا ہے مگر اس کا معنی خبر کا ہے کیونکہ اس کے بعد فرمایا کہ انھم لکاذبون اور یہ مسلمہ امر ہے کہ محل صدق و کذب امر نہیں بلکہ خبر ہوا کرتی ہے۔

ولیحملن اثقالھم و اثقالا مع اثقالھم ولیسئلن یوم القیمۃ عما کانوا یفترون۔

ترجمہ:۔ اور البتہ اُٹھائیں گے اپنے بوجھ اور کتنے اور بوجھ ساتھ اپنے بوجھ کے۔ اور البتہ پوچھ ہوگی ان سے قیامت کے دن ان باتوں کے متعلق جو وہ جھوٹی بناتے تھے۔

سابقہ آیت میں اس بات کی نفی اور تردید فرمائی گئی تھی کہ اگر کوئی چاہے کہ رفاقت اور دوستی میں کسی کے گناہ اپنے ذمہ لے تو ایسا نہیں ہو سکتا۔ مگر اس آیت میں فرمایا کہ ہاں ایک صورت ایسی ہے کہ ایک شخص کا گناہ دوسرے کے ذمہ ہوگا مگر گناہ کا مرتکب شخص بھی گناہ کی گرفت سے بری الذمہ نہ ہوگا۔ اور وہ صورت یہ ہے کہ جس شخص نے کسی کو گمراہ کیا۔ بُرے راہ پر لگایا۔ شرک و بدعت کی ترغیب دی تو اس کے کہنے یا ورغلانے پر اگر اس شخص نے گناہ کا ارتکاب کر لیا تو ترغیب دینے والا بھی اس گناہ میں برابر کا شریک ہوگا اور اپنے گناہ کے ساتھ ساتھ وہ ان لوگوں کے گناہوں میں بھی برابر کا حصہ دار ہوگا جنہوں نے اس کے کہنے پر گناہ کئے تھے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے کہ جس طرح ایک شخص کی نیکی دوسرے کو نہیں مل سکتی سوائے اس صورت کے کہ کسی نے اسے نیکی کی طرف مائل کیا ہو۔ اسے نیکی کی ترغیب دی ہو اور اس کی ترغیب پر اس نے نیکی کی ہو تو ایسی صورت میں نیکی کی ترغیب دینے والا بھی اس نیکی کے اجر و ثواب میں برابر کا شریک ہوگا اور نیکی کرنے والے کا اپنا اجر ذرہ بھر کم نہ ہوگا جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جس شخص نے کسی کو راہ ہدایت کی طرف دعوت دی تو اس شخص کو قیامت تک ان لوگوں کی نیکیوں میں سے حصہ ملتا رہے گا جنہوں نے اس کی دعوت پر راہ ہدایت اختیار کی اور ان دونوں کی نیکیوں کا ثواب کم نہ ہوگا۔ اسی طرح جس شخص نے کسی دوسرے شخص کو برائی اور گمراہی کی طرف بلایا تو قیامت تک جو لوگ اس کی پکار پر برائیاں کریں گے۔ تو اس کو بھی ان کی برائیوں کا گناہ ملتا رہے گا اور ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہ ہوگی؟۔

ایک اور صحیح حدیث میں آپ نے فرمایا کہ قیامت تک جو شخص بھی بلا عذر شرعی ناحق قتل کیا جائے گا تو "ابنِ آدم" پر اس قتل کا گناہ بھی ہوگا کیونکہ وہ پہلا انسان تھا جس نے قتل کی راہ کھولی"

دوسروں کے گناہ اپنے ذمہ لینے کی ایک صورت اور بھی ہے جس کا ذکر احادیث میں موجود ہے اور وہ صورت یہ ہے کہ انسان دنیا میں حقوق العباد کو اس قدر پامال کرے ظلم و ستم کا اس قدر بازار گرم کرے۔ زیرِ دستوں اور کمزوروں کے حقوق اس قدر غصب کرے کہ جب وہ قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو تو تمام حقوق لینے والے دعویدار بن کر آجائیں۔ اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ اس ظالم آدمی کی نیکیاں ان مظلوموں میں تقسیم کر دی جائیں۔ مگر اس کے ظلم و ستم کے انبار اس قدر زیادہ ہوں گے کہ حقدار باقی رہ جائیں گے۔ اور اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب ان مظلوموں کے گناہ لے کر اس ظالم کے کھاتہ میں ڈال دیئے جائیں اور اس طرح وہ اپنے گناہوں کے ساتھ ساتھ دوسرے کے گناہوں کا بوجھ بھی اُٹھا کر دوزخ کا ایندھن بن جائے گا۔

قیامت کے دن ان لوگوں سے افتراء کے بارہ میں جو سوال ہوگا۔ اس کے متعلق امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ جب انہوں نے دوسروں سے کہا کہ ہم تمہارے بوجھ قیامت کے روز اٹھائیں گے تو ان کا مقصد یہ تھا کہ کفر کرنا کوئی گناہ نہیں۔ لہٰذا روزِ محشر جب انہیں پتہ چلے گا۔ کہ کفر کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے تو انہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے دنیا میں یہ جھوٹ کیوں بولا۔

۲۔ جب انہوں نے دوسروں کے گناہ اٹھانے کا عہد کیا تو دراصل ان کے ذہن میں یہ بات موجود تھی کہ قیامت اور حشر و نشر نہ ہوگا۔ مگر جب وہ دوبارہ زندہ ہوں گے تو ان سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے دنیا میں یہ جھوٹ کیوں بولا کہ حشر نہ ہوگا۔

۳۔ تیسری توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ جب حسب وعدہ انہیں روز قیامت کہا جائے گا کہ آؤ اور ان لوگوں کے گناہ اُٹھاؤ جنہیں تم نے دنیا میں کہا تھا کہ ہم تمہارے گناہ اُٹھائیں گے تو وہ لوگ انکار کر دیں گے۔ اس پر انہیں پوچھا جائیگا کہ پھر تم نے دنیا میں یہ جھوٹ کیوں بولا کہ ہم تمہارے بوجھ اُٹھائیں گے۔